INDIAN STREAMS RESEARCH JOURNAL
ISSN NO : 2230-7850
IMPACT FACTOR : 5.1651 (UIF)
VOLUME - 15 | ISSUE - 11 | DECEMBER – 2025

ناول ''نخلستان کی تلاش'' کا تجزیاتی مطالعہ

محمد سہیل منظور احمد فقیر
اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ اُردو
چھترپتی شواجی راجے مہاودیالیہ، اودگیر

رحمٰن عباس اردو کے جدید اور جرات مند ناول نگاروں میں شمار ہوتے ہیں۔ وہ ۳۰/جنوری ۱۹۸۲ء کو تھانے میں پیدا ہوئے۔ رحمن عباس نے ممبئی یونیورسٹی سے اردو ادب اور انگریزی ادب میں ماسٹر کی ڈگریاں حاصل کیں۔ اس کے علاوہ انہوں نے بی ایڈ اور دیگر تعلیمی کوالیفیکیشنز بھی مکمل کیں۔ ابتداء میں وہ درس و تدریس سے وابستہ رہے بعد میں ایک تھنک ٹینک Strategic Foresight Group میں ریسرچ افیسر کے طور پر کام کیا۔

رحمن عباس کا قلم اردو انگریزی دونوں زبانوں میں فعال ہے۔ ان کے ناول میں عموماً ممنوعہ محبت، سیاست، معاشرتی مسائل، مذہبی تقسیم، اور انسانی نفسیات جیسے موضوعات پر گہری نظر وتی ہے۔ ان کی تحریر کردار نگاری، جزئیات نگاری اور زبان کی گرفت کی وجہ سے مشہور ہے۔

رحمن عباس کے اب تک ۷ ناول منظر عام پر آ چکے ہیں۔ نخلستان کی تلاش (۲۰۰۴ء)، ایک ممنوعہ محبت کی کہانی (۲۰۰۹ء)، خدا کے سائے میں آنکھ مچولی (۲۰۱۱ء)، روحزن (۲۰۱۶ء)، زندیق (۲۰۲۱ - ۲۲)، ایک طرح کا پاگل پن (۲۰۲۳ء)، نژداں (۲۰۲۵ء)۔ ان کے ابتدائی تین ناول کو یکجا کر کے ۲۰۱۳ء میں شایع کیا گیا۔ ان کی تحریریں عصری مسائل کو بے باک انداز میں پیش کرتی ہیں اور قاری کو سوچنے پر مجبور کرتی ہیں۔

ان کا پہلا ناول ''نخلستان کی تلاش'' ہے جو ۲۰۰۴ء میں منظر عام پر آیا۔ اس ناول پر فحاشی کا مقدمہ بھی درج کیا گیا جو دس سے گیارہ سال بعد ختم ہو گیا۔ رحمن عباس کا یہ ناول ان کے لئے رحمت اور زحمت دونوں ثابت ہوا۔ شہرت بھی ملی اور مشکلات بھی۔

رحمن عباس کی تحریریں محض کہانیاں نہیں بلکہ عصری مسائل کی گہری تفہیم کا نتیجہ ہے۔ وہ سماجی ناہمواریوں اور اخلاقی جبر پر بے باکی سوال اٹھاتے ہیں جیسا کے ان کا ناول ''نخلستان کی تلاش'' پڑھنے سے محسوس ہوتا ہے۔ اس ناول کے منظر عام آنے کے بعد قدامت پسند حلقوں میں ہلچل مچا دی تھی جس پر نہ صرف شدید تنقید ہوئی بلکہ قانونی چیلنجز کا بھی سامنا کرنا پڑا۔ تاہم تمام مشکلات کے باوجود انھوں نے ہار نہیں مانی اور اپنی فکری آزادی پر ثابت قدم رہے۔ اور اپنی ادبی راہ پر مزید پختگی سے گامزن رہے۔

''نخلستان کی تلاش'' اس ناول میں ہندوستان میں اکثریتی طبقے کے مذہبی شدت پسندوں کی جانب سے اقلیتوں پر ہونے والے ظلم و ستم اور مسلمانوں پر جاری جبر کو پیش کیا گیا ہے۔ یہ ناول محبت اور کشش کے جذبات سے شروع ہوتا ہے جو وقت کے ساتھ پیچیدہ سماجی مسائل سے مل جاتا ہے۔ رحمن عباس نے اس ناول میں ایسے مناظر پیش کئے ہیں جو حقیقت پسندی کے ساتھ معاشرتی سچائی کی عکاسی کرتے ہیں۔ ناول کی فضاء مخصوص موضوع کے گرد گھومتی ہے اس میں جو مسائل بیان کئے گئے ہیں وہ مصنف کی

داخلی دنیا کی عکاسی کرتے نظر آتے ہیں۔

''نخلستان کی تلاش'' پانچ ابواب پر مشتمل ہیں۔ جسے ناول نگار نے مختلف عنوانات دئے ہیں۔ پہلا باب ''محبت کے رنگ''، دوسرا باب ''وجود اور عدم وجود''، تیسرا باب ''یاداشت اور فراموشی''، چوتھا باب ''اکارزار کار'' اور پانچواں باب ''نخلستان کی تلاش'' ہیں۔ یہ ناول بظاہر جمال اور فریدہ کے عشق کی ایسی داستان ہیں جو ہمیں بے راہ روی اور غیر سنجیدگی کی صورت میں نظر آتی ہے۔ مگر اس کہانی کا موضوع عصری حقیقی مسائل ہیں۔ ناول نگار نے نہ صرف موجودہ دور کے مسائل پیش کئے ہیں بلکہ عصری رنگینی اور دلکشی کے پس پردہ تلخ ومحرومی، ناآسودگی و تاریکی میں ڈوبی زندگی گزارنے والے ان نوجوانوں کے جذبات واحساسات کو بیان کرتا ہے بلکہ جو بے گناہ و بے قصور ہونے کے بوجود سزا کے مستحق ٹھہرائے گئے اور صدیوں سے اپنی الگ پہچان رکھنے کے باوجود بے شناخت زندگی گزارنے پر مجبور ہیں

دراصل رحمن عباس نے فسطائی نظام حکومت پر گہرا طنز کیا ہے اور ایسے سوالات قائم کئے ہیں جو غور وفکر کی دعوت دیتے ہیں۔ انسان کی زندگی میں ایسے کئی مواقعے آتے ہیں جب اسے اپنی بے بسی کا احساس شدت سے ہوتا ہے اور بعض اوقات طاقت وقوت سے معمور ہونے کے باوجود اسے شکست کا سامنا کرنے پر مجبور ہے۔ ناول میں اس طرح کے کئی واقعات بیان کئے گئے ہیں۔ جو دل ودماغ کو بُری طرح جھنجھوڑ کر رکھ دیتے ہیں۔

نخلستان کی تلاش ناول ایک بے حد پیچیدہ ناول ہے جس میں بڑی حد تک فکری توانائی اور فنی لطافت موجود ہے۔ ناول نگار نے مختلف علامتیں استعمال کر کے انسانی زندگی کی ان گتھیوں کو سلجھانے کی کوشش کی ہے جس پر ایک عام انسان توجہ نہیں دیتا۔ اس میں حیات انسانی کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ جس کے ذریعے رشتوں کی کش مکش اور ان کی حقیقت و مائیت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ ناول نگار نے مسلمانوں کی مثال ''شجر صنوبر'' سے دی ہے۔ جس کی جڑیں تو مضبوط ہیں لیکن پھر بھی وہ تکلیف زدہ ہے۔ اس کا ذمہ دار وہ مسلمانوں کو ہی ٹھہراتے ہیں کیونکہ وہ مختلف فرقوں میں تقسیم ہو چکا ہے اور اپنے اصل منصب کو رفتہ رفتہ فراموش کر رہا ہے۔ مختلف مسائل اور آج کے تلخ حقایق بیان کر کے رحمن عباس نے انسانوں اور خاص طور سے مسلمانوں کو ان کی حقیقت سے آگاہ کرنے کی کوشش کی ہے۔ انھوں نے اس جانب خصوصی توجہ دلائی ہے کہ قرب وجوار سے شناسائی حاصل کرنا ہی فتح یابی نہیں بلکہ انسان کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ اپنی ذات کے سمندر میں غوطہ زن رہ کر اصل جوہر تلاش کرے۔

بہر حال رحمن عباس کے اس ناول میں بڑی وسعت و گہرائی ہے۔ انھوں نے عشق وعاشقی سے لے کر سیاست و مذہب کی اہمیت بھی بڑی چابکدستی سے بیان کرنے کی کوشش کی ہے۔ لیکن اظہار عشق کے لئے جن وسائل کا استعمال کیا ہے اس سے عشق کی عظمت مجروح ہوتی ہے اور عاشق کی پاکیزگی کے بجائے اس کی مطلب پرستی اور بوالہوسی سامنے آتی ہے۔

اس ناول کا مرکزی کردار جمال ایک تعلیم یافتہ، روشن خیال مسلمان نوجوان ہے جو فسادات کے بعد اپنے وجود کی شناخت اور مستقبل کے حوالے سے شدید انتشار کا شکار ہوتا ہے۔ وہ ممبئی کے بدلتے ماحول، فرقہ وارانہ سیاست پولیس کے دوغلے رویے اور

میڈیا کی تعصب پر مبنی رپورٹنگ کا شکار بنتا ہے۔محبت کی تلاش اسے نخلستان (امن وسکون کی جگہ) کی طرف لے جاتی ہے مگر سماجی صحرا اسے کھینچ کر دہشت گردی کی طرف ڈھکیل دیتی ہے۔فریدہ کے کردار کو محبت کی علامت کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔مگر وہ سماجی حقیقتوں سے جڑی نظر آتی ہے۔دونوں کرداروں میں بے راہ روی اور غیر سنجیدگی کا عنصر بھی غالب نظر آتا ہے۔جو قاری کو سوچنے پر مجبور کر دیتا ہے۔یہ ناول دراصل نوجوان کی اندرونی طوفان، شناخت کے بحران اور ممنوعہ جذبات کو فلسفیانہ انداز میں بیان کرتا ہے۔اس ناول کا اختتام المیہ اور پراسرار ہے جو قاری کو سوچنے پر مجبور کرتا ہے۔

رحمن عباس کی کردار نگاری تفصیل پسند اور روسی ناول نگاروں (جیسے دوستوفسکی) کے قریب ہے۔وہ جذبات نگاری ،نفسیاتی گہرائی اور زبان پر مکمل گرفت رکھتے ہیں۔بیان قدرے فلسفیانہ اور بے باک ہے۔صحافتی رپورتاج سے اجتناب کرتے ہوئے افسانوی سلیقے سے عصری حقائق کو پیش کیا گیا۔اس ناول میں خوابوں، یادوں اور مکالموں کا استعمال نے ناول کو جاندار بنادیا ہے۔

رحمن عباس کی مکالمہ نگاری بے ساختہ ،روز مرہ اور حقیقت پسندانہ ہے۔ان کے مکالمے کرداروں کی نفسیاتی گہرائی، جذبات کی شدت اور معاشرتی تضادات کو آگے بڑھاتے ہیں۔وہ طویل بیانیہ سے زیادہ کرداروں کی زبانی بات چیت پر انحصار کرتے ہیں جس سے ناول میں روانی اور ڈرامائی اثر پیدا ہوتا ہے۔مکالمے نوجوانوں کی زبان میں ہیں۔کبھی جذباتی ،کبھی طنزیہ یا بغاوت والے۔رحمن عباس کے مکالمے صرف کہانی کو آگے بڑھانے کا ذریعہ نہیں ہوتے بلکہ کردار کی اندرونی دنیا کو ظاہر کرنے کا آلہ ہے۔جمال اور فریدہ کے درمیان ممنوعہ محبت کا مکالمہ :

''جمال :تم جانتی ہو، یہ شہر اب ہمارے لیے نہیں رہا۔ ہر گلی میں خوف ہے، ہر چہرے میں شک، پھر بھی تم سے ملنا۔ یہ میری واحد پناہ ہے۔''

محبوبہ :جمال، محبت تو ریگستان میں نخلستان کی تلاش ہے۔لیکن کیا ہم دونوں اس طوفان میں زندہ رہ سکیں گے؟ تمہارے لوگ، میرے لوگ ـــــ۔سب کچھ الگ کر دیا گیا ہے۔'

جمال : ''الگ تو کر دیا گیا، لیکن دل کو کیسے الگ کروں؟ میں تو بس تمہیں دیکھ کر سانس لیتا ہوں۔''

دوستوں کے درمیان فسادات اور شناخت پر بحث :

دوست ۱ (جمال): ''بابری کے بعد سب بدل گیا۔اب ہمارا نام بھی جرم دن گیا ہے۔ کیا ہم ہندوستانی نہیں؟

دوست ۲: جمال، یہ سیاست ہے۔تم ابھی بھی خواب دیکھ رہے ہو۔ریاستیں مذہب کے

نام پر لوگوں کو تقسیم کرتی ہیں ۔تمہارا نخلستان کہاں ہے؟''

جمال : نخلستان میرے اندر ہے لیکن ، باہر تو صرف ریت اور طوفان ہے۔ کب تک بھاگتے رہیں گے؟''

اسطرح کے مکالمے کی کئی بہترین مثالیں ناول میں موجود ہے۔ جس سے کرداروں کی شناخت اور تاریخی پس منظر کا اندازہ ہوجاتا ہے۔

مختصر یہ کہ رحمن عباس کے ناول نخلستان کی تلاش میں مرکزی کردار کی داخلی کشمکش اور بابری مسجد کی شہادت کے بعد کے فسادات و بم دھماکوں کے پس منظر میں نوجوان مسلمانوں کی شناخت کے بحران کو جس فنکارانہ انداز سے پیش کیا گیا ہے وہ اردو ناول نگاری میں ایک منفرد مثال ہے۔ ناول نگار نے نخلستان کی علامت کے ذریعے محض ایک صحرا کی تلاش نہیں بلکہ نفرت ، انتہا پسندی اور سیاسی استحصال کے تپتے ماحول میں انسانی محبت امن اور خود شناسی کی تلاش کو بیان کیا ہے۔ ناول کے ہر حصے میں فکری توانائی ، نفسیاتی گہرائی اور فنی لطافت موجود ہے جو قاری کو اس بات پر مجبور کرتی ہے کہ فسادات صرف عمارتوں کو نہیں بلکہ انسانی ذہنوں کو بھی تباہ کردیتے ہیں۔

رحمن عباس نے اس ناول کے ذریعے نہ صرف معاصر ہندوستانی معاشرے کی دوغلی سیاست ،فرقہ وارانہ تقسیم اور نوجوانوں کی بے چینی کو بے باکی سے چھوا بلکہ اردو فکشن کو ایک نئی جہت بھی عطا کی ۔اس کی اشاعت پر درج ہونے والا مقدمہ اور بعد میں بریت خود اس بات کا ثبوت ہے کہ ناول نے معاشرتی حقیقتیں کس قدر بے پردہ کی تھیں۔ آج بھی جب ہندوستان اور عالمی سطح پر فرقہ پرستی کے نئے طوفان اٹھ رہے ہیں تو نخلستان کی تلاش ہمیں یاد دلاتا ہے کہ امن کا نخلستان کوئی آسمانی تحفہ نہیں بلکہ اندرونی جدوجہد اور باہمی رواداری کا نتیجہ ہے۔

رحمن عباس کا یہ پہلا ناول نہ صرف ایک دور کی آواز ہے بلکہ آئندہ نسلوں کے لئے ایک آئینہ بھی ہے جو ہمیں بار بار یہ سوال کرتا ہے کہ: کیا ہم اس صحرا میں نخلستان پا سکیں گے ؟

☆☆☆

حوالہ:

۱) نخلستان کی تلاش۔ رحمٰن عباس۔

۲) اُردو ناول کی تاریخ اور تنقید۔ علی عباس حسینی۔

۲) اُردو ناول کی تنقیدی تاریخ۔ ڈاکٹر محمد احسن فاروقی۔

Md Suhail Manzoor Ahmed Fakir

Asst,Prof,Dept of Urdu
Chhatrapati Shivaji Raje Mahavidyalaya
Udgir,413517 TQ, Latur.Dist
Mobile No: 8421251422
Email Id:fakirmohammedsuhail@gmail.com